ترقی اور اسلام

مولانا شمس الحق افغانی شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور

یہ مقالہ ویہی ترقیاتی اکیڈمی کے سیمنار کے لئے لکھا گیا

ترقی انسان کا فطری جذبہ ہے۔ کرۂ ارضی کا کوئی انسان نہ پہلے ایسا گذرا ہے۔ جو ترقی کو محبوب نہ سمجھتا ہو۔ اور نہ اب کوئی ایسا انسانی فرد مل سکتا ہے۔ جو ترقی کا خواہاں نہ ہو۔ خصوصاً دورِ حاضر میں تو ترقی کا لفظ ہر شخص کی زبان پر چڑھا ہوا ہے۔ اور ہر قوم کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے پر آمادہ نظر آتی ہے۔ اس لئے ترقی کی ضرورت پر دلائل پیش کرنے کی چنداں حاجت نہیں۔ صرف دو چیزوں کا بیان کرنا ضروری ہے۔

۱۔ ترقی کا اصلی اور صحیح تصور۔ ۲۔ ترقی حاصل کرنے کے لئے وہ صحیح اور عملی تدابیر جن پر عمل پیرا ہو کر ترقی حاصل کی جا سکتی ہے۔

انسانی ترقی کا صحیح تصور یہ حقیقت سب پر واضح ہے۔ کہ انسان محض جسم مادی اور صرف روح انسانی کا نام نہیں۔ بلکہ انسان جسم و روح کے مجموعہ کا نام ہے۔ جب یہ دونوں چیزیں انسانیت کے اجزاء ٹھہریں۔ تو انسانی ترقی ان دونوں اجزاء کی ترقی کا نام ہوگا۔ ایک جزء کی ترقی کامل ترقی نہیں کہلا سکے گی۔ کیونکہ کل کی تکمیل و ترقی اجزاء کے بغیر ناممکن ہے۔ جیسے ایک کامل بدن وہی کہلائے گا، جس کے تمام اعضاء کامل، اعلیٰ اور متوازن ہوں۔ اگر صرف کان درست ہوں اور آنکھ ٹھیک نہ ہو یعنی اس میں بینائی نہ ہو۔ یا ہاتھ صحیح سالم ہوں۔ لیکن پاؤں ٹھیک نہ ہوں۔ بلکہ ان میں لنگڑا پن ہو تو ایسے شخص کے بدن کو کامل اور ترقی یافتہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ اسی طرح اگر کسی مشین کے سب پرزے درست اور اعلیٰ ہوں۔ لیکن دو ایک پرزے ناقص اور ردی ہوں۔ تو پوری مشین ناقص اور غیر ترقی یافتہ کہلائے گی۔ ایک

مرکب دوا مثلاً جوارش جالینوس کے سب اجزاء اعلیٰ ہوں لیکن صرف ایک جزو زعفران اس میں ردی ہو تو جوارش مذکور ناقص قرار پائے گا۔ اسی پر انسان کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔

صرف مادی ترقی | یورپ، امریکہ بلکہ دورِ حاضر کی اکثر اقوام کی تمام جدوجہد اور سعی و عمل انسان کے صرف پہلے جزو یعنی جسم مادی کے ارتقاء پر مصروفِ کار ہے۔ اور اسی جزو کی ترقی میں ان کو بڑی حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے۔ لیکن انسان من حیث الکل اب تک ترقی سے محروم ہے۔ روحانی ارتقاء کو انہوں نے بالکل نظر انداز کر رکھا ہے جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ کہ اس وقت جن اقوام عالم کی مادی ترقی بے مثال ہے۔ اسی طرح ان کا روحانی انحطاط بھی بے نظیر ہے۔ انسانی روح جس قدر آج گندگی اور تاریکی میں ملوث ہے، پوری تاریخ انسانیت میں ایسا وقت کبھی نہیں آیا۔ اس کے تباہ کن نتائج پوری انسانیت بھگت رہی ہے۔ اسی کی ترجمانی اقبال مرحوم نے یوں کی ہے:

یورپ از شمشیر خود بسمل فتاد زیر گردوں رسم لادینی نہاد
مشکلات حضرتِ انساں از واست آدمیت را غم پنہاں از واست

مادی ترقی نے دورِ حاضر کے انسان کے لئے تباہ کن آلات پیدا کئے۔ اور ان کی تاریک اور ناپاک روحوں نے ان آلات کو انسان کی تباہی کے لئے محض قومی غرور کے نشہ کی تکمیل کے لئے استعمال کیا جس کا نتیجہ خود ان کے اقرار کے مطابق حسب ذیل نکلا ـــــ اقوام متحدہ کے کمیشن کی رپورٹ جس کو ڈاکٹر از منسٹر مغربی جرمنی نے مرتب کیا۔ اور جس میں صرف گذشتہ جنگ عظیم کے نقصانات کی تفصیل بتائی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ گذشتہ جنگ عظیم میں ساڑھے چھ کروڑ افراد مقتول و مجروح ہوئے اور پندرہ کروڑ افراد کے گھر جل کر خاک ہو گئے۔ اور اس جنگ میں اس قدر دولت صرف ہوئی کہ اگر اس کو اس وقت کی دنیا کی پوری ڈھائی ارب آبادی پر برابر تقسیم کیا جاتا۔ تو فی کس ڈھائی سو ڈالر کے حساب سے پوری دنیا ایک سو سال تک خوشحال زندگی بسر کر سکتی تھی۔ (رپورٹ مندرجہ شہباز ۲۷ر جولائی ۱۹۵۶ء) کوریا کی معمولی لڑائی میں ۲۵ر جون ۱۹۵۰ء لغایت ۲۸ر مئی ۱۹۵۲ء تک پچاس لاکھ مرد، عورتیں اور بچے ہلاک ہوئے۔

اس وقت مادی سائنس نے جو سامانِ ہلاکت انسان کے لئے مہیا کیا ہے۔ بقول امریکی وزیر دفاع کہ اگر امریکہ اور روس میں جنگ چھڑ گئی تو جانبین میں سے چوبیس ۲۴ کروڑ افراد تباہ ہو جائیں گے۔ سائنس کی جو بین الاقوامی کانفرنس بمقام پگواش امریکہ میں ہوئی، اس میں برطانوی سائنس دان سر رابرٹ واٹسن واٹ نے انکشاف کیا۔ کہ بیولاجیکل وار فیئر (کیمیائی جراثیمی) ایک بم جس کی مقدار آٹھ اونس ہے۔ اور جس کو

معمولی ریاست بلکہ معمولی سرمایہ دار بھی بنا سکتا ہے۔ تمام کرۂ ارضی کی تباہی کے لئے کافی ہے۔ —(ڈان ۵ ستمبر ۱۹۵۹ء مقالہ افتتاحیہ)

یہی اس خالص مادی ترقی کے نتائج ہیں جن سے دنیا کانپ رہی ہے۔ اور جس نے پوری انسانیت کے لئے زندہ رہنے کو ناممکن بنا دیا۔ بقول اکبرؔ ؎

ترقی مستقل وہ ہے جو روحانی ہو اے اکبرؔ　　اڑا جو ذرۂ عنصر وہ پھر سوئے زمین آیا

صرف مادیت پر زندگی کی بنیاد رکھنا شاخِ نازک پر آشیانہ بنانے کا مترادف ہے۔ بقول اقبالؒ ؎

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا وہ ناپائیدار ہوگا۔

صرف مادی ترقی کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ انفرادی اور اجتماعی رنگ میں ظلم عام ہو گیا ہے۔ جسکی وجہ سے پوری دنیا میں انتشار اور بے اطمینانی پائی جاتی ہے۔ اور تباہ کن لڑائیوں کا بے مقصد سلسلہ قائم ہے۔ ایک تباہ کن جنگ ختم ہوتی ہے۔ تو دوسری جنگ کی تیاری شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ زمین کسی وقت بھی انسانیت کی ہلاکت سے خالی نہیں رہتی۔ ناپاک روحیں مادی اسلحہ سے مسلح ہو کر انسانیت کی تباہی کے لئے ہر وقت برسرپیکار ہے۔ ناخدا ترسوں کے ہاتھ میں اسلحہ دینا ایک ڈاکو کو مسلح کرنا ہے۔ بقول حضرت رومیؒ کے ؎

بد گہر را علم و فن آموختن　　دادنِ تیغ است بدستِ راہزن

جنگی اور صرف مادی ترقی کے یہ مہلک نتائج نہ صرف انسان کش ہیں۔ بلکہ پوری زمین کو جہنم کدہ بنانے کا سامان ہے۔

کامل ترقی | اسلام نے ترقی کا صحیح اور جامع تصور پیش کیا۔ کہ انسانی ترقی درحقیقت نام ہے اس کا کہ انسان کا جسم مادی ترقی یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ اسکی روح کو بھی غذاء روحانی اور اسباب ارتقائے روحانی سے بلند کیا جائے۔ جسم مادی اور مادی دنیا کو چلانے والی چیز روحِ انسانی ہے۔ اگر وہ پاک اور بلند ہو۔ تو روحِ انسانی کی تمام عالمی حرکات اور اعمال میں بلندی اور پاکیزگی پیدا ہو گی۔ اور مادی ترقی صحیح محل پر صرف ہوگی۔ ورنہ روحِ انسانی کی اندرونی گندگی اور سیاہی کرۂ ارضی پر فساد پھیلائے گی۔ اور انسانیت کی مشین کو درہم برہم کر دے گی۔ جس طرح منزلِ مقصود پہ پہنچنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس موٹر میں سفر کیا جائے۔ وہ بھی تمام اجزاء کے اعتبار سے عمدہ، اعلیٰ، اور ترقی یافتہ ہو۔ اور اس موٹر کو چلانے والا ڈرائیور بھی قابل اور موٹر کو صحیح نہج اور راہ پر چلانے کی اہلیت

رکھتا ہو۔ لیکن اگر صورت اس کے برعکس ہو کہ موٹر تو اعلیٰ قسم کی ہو، مگر اس کا ڈرائیور اناڑی اور نااہل ہو۔ ایسی صورت میں موٹر اس کے ہاتھ میں دے دینا انتہائی خطرناک ہے۔ وہ اس کو بہت جلد کسی درخت یا پہاڑ سے ٹکرا کر پاش پاش کر دے گا۔ یا خندق میں گرا دے گا جس سے منزل مقصود پہ پہنچنا تو الگ رہا خود موٹر کا وجود ہی ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح انسانیت کو بحیثیت مجموعی ایک موٹر سمجھنا چاہئے۔ اور انسانی روح کو اس کا ڈرائیور۔ اگر روح انسانی غیر ترقی یافتہ اور اناڑی ہو۔ اور اخلاقی اقدار کو بالائے طاق رکھ کر خالق کائنات کے دینی اور روحانی ضوابط سے یکسر بے اعتنائی برتتی ہو۔ اور اپنی ذات کو خالق کائنات کے متعینہ نظم اور ضبط میں رکھنے کی ضرورت کی قائل نہ ہو۔ اور شرف انسانیت اور جذبۂ محبت آدمیت کی شناسا بھی نہ ہو۔ تو ایسی روح انسانیت کی مشین کو صحیح خطوط اور نہج پر نہیں چلا سکے گی۔ بلکہ انسانیت کی مشین کو مادیت سے ٹکرا کر تباہ کر دے گی۔ یہی حال یورپی اور امریکی روحوں کا ہے۔ جنہوں نے انسانیت کی مشین کو جنگ ۱۴-۱۹۱۸ء اور جنگ ۳۹-۱۹۴۵ء میں دوبارہ اس زور سے ٹکرایا۔ کہ انسانیت کے پرزے اڑ گئے۔ کروڑوں انسان لقمۂ اجل بن گئے۔ اور مکانات راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ گئے۔ اور دنیا کے مختلف گوشوں میں اب تک ان ناپاک روحوں کا یہ ٹکراؤ جاری ہے۔ اور آئندہ ایک عظیم اور آخری تباہ کن اور قیامت خیز ٹکراؤ کی تیاری میں مصروف ہیں۔

لارڈ برنارڈ شا نے درست کہا ہے۔ کہ یورپ والوں نے جس قدر مادی ترقی کی ہے۔ اس نسبت سے روحانی ترقی نہیں کی۔ بلکہ روحانی انحطاط کا شکار ہو گئے۔ جس کی وجہ سے وہ دنیا کے لئے تباہی کا سبب بن گئے۔ روحانی ارتقاء کے بغیر مادی اور جسمانی ارتقاء کا ہمیشہ یہی انجام ہوا ہے۔ آج سے تقریباً چھ سو سال پہلے ایک اسلامی فیلسوف علامہ جلال الدین رومی نے کس قدر سچ فرمایا ہے

دادن تیغ است بدست راہزن بدگہر را علم و فن آموختن

جس کی روح ناپاک ہو، اس کو علم و فن کے ذریعہ طاقتور بنانا ڈاکو کے ہاتھ میں اسلحہ جنگ دے دینا ہے۔ ان نتائج ہی کی بنا پر اسلام نے یورپ کی طرح صرف مادی ترقی پر زور نہیں دیا۔ اور نہ قدیم مسیحیت، ہندومت اور بدھ مت کی طرح قطع دنیا اور جوگی پن اور رہبانیت کی تعلیم دی۔ بلکہ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً کے تحت دنیا اور آخرت، مادہ اور روح عقل اور دین میں ایک حسین امتزاج اور معقول ربط پر زور دیا۔ تاکہ دونوں میں صحیح توازن پیدا ہو۔ اور انسان من حیث الکل ترقی کی اصل راہ پہ گامزن رہے۔ انسان کے پاس ایک طرف مادی فوائد کے خزانے بھی جمع ہوں۔ اور دوسری طرف اس کی روح کو اپنے خالق سے ارتباط بھی ہو۔ تاکہ وہ ان مادی

اسباب کو صحیح مواقع پر صرف کرے۔ اور یہ مقصد ٹکراؤ کی نوبت نہ آئے۔ اسلام اور قرآن نے مادی ترقی اور اس کے وسائل کی تحصیل پر بھی زور دیا۔ تاکہ مادی قوت کے ذریعہ وہ اپنے خالق کے منشا کو زمین میں جس میں اس کو خلیفہ بنایا گیا ہے۔ پورا کر سکے۔ اس کے ساتھ قرآن نے روحانی ارتقاء پر زور دے کر اس کے اصول و اسباب متعین کئے۔ تاکہ وہ مادی اسباب کا صحیح استعمال اور انسانی مشین کو درست طریقے پر چلانے کی اہلیت پیدا کر سکے۔

اسلام اور مادی ترقی مادی ترقی کی بنیادی چیزیں دو ہیں۔ ایک مرکز ترقی اور دوم عامل ترقی۔ مرکز ترقی وہ دائرۂ کار ہے جس میں فکر اور عمل کے ذریعہ انسان کی مادی ترقی کے اسباب مہیا ہو سکیں۔ اور عامل ترقی سے مراد وہ قوتیں ہیں جن کے ذریعہ انسان اپنے مرکز ترقی سے مادی فوائد کو حاصل کر سکے۔ قرآن پاک نے ان دونوں چیزوں کو نہ صرف متعین کیا۔ بلکہ ان کی طرف بلیغ انداز میں ترغیب دی۔ اور ہم کو ان کی طرف متوجہ کیا۔

مرکز ترقی مرکز ترقی کے متعلق ہم تین آیات پر اکتفار کرتے ہیں۔

۱۔ هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً۔ (بقرہ)

۲۔ وسخر لکم ما فی السمٰوات وما فی الارض جمیعاً ان فی ذٰلک لآیات لقوم یتفکرون۔ (جاثیہ)

۳۔ هو الذی جعل لکم الارض ذلولاً فامشوا فی مناکبها وکلوا من رزقه والیه النشور (سورہ ملک)

پہلی آیت میں خالقِ کائنات نے جملہ مادی فوائد اور تمام اسباب ترقی کے اصل سرچشمہ کو بتلایا کہ خالق کائنات وہ ذات ہے کہ جس نے زمین کے اندر تمہارے فائدے کے لئے سب سامان مہیا کیا ہے۔ مافی الارض ایسا ہمہ گیر لفظ اور محیط کل تعبیر ہے۔ جو مادی ترقی کے تمام وسائل پر حاوی ہے۔ ۱۔ زرعی ترقیات جن میں انسان اور حیوانات کی خوراک، پھل اور میوے صحتِ انسانی کے قائم رکھنے اور امراض کے علاج سے متعلق تمام دواؤں کے ذخائر۔ ۲۔ معدنیات کے سلسلے میں سونا چاندی، پیتل لوہا۔ لعل یاقوت اور زمرد وغیرہ جواہرات، مصنوعی کھاد، نمک پٹرول، سوئی گیس، بجلی پیدا کرنے کا سامان۔ ایٹمی قوت کے مواد وغیرہ سب داخل ہیں۔ اسی طرح جنگلات کے فوائد و مفید حیوانات کے ذخائر اور ان سے متعلق فوائد سب کے شامل ہیں۔ اب مادی ترقی کا کونسا شعبہ ہے۔ جو زمینی فوائد کے اکتساب سے تعلق نہ رکھتا ہو۔

دوسری آیت میں مادی ترقی کے زمینی اسباب کے ساتھ سماوی اسباب کو جمع کیا۔ اور ان سے کسب فوائد کی طرف توجہ دلانے کے لئے اور ناامیدی اور سستی دور کرنے کے لئے سخّر کا لفظ استعمال کیا گیا۔ کہ ان سب سماوی و زمینی کائنات کو خدا نے تمہاری خدمت اور افادیت کے کام میں لگا رکھا ہے۔ کائنات کی یہ تسخیر خالقِ کائنات کا وہ عظیم احسان ہے۔ جو اس نے صرف انسان کے ساتھ مختص کیا ہے۔

تیسری آیت میں اللہ نے اپنا یہ احسان ظاہر فرمایا ہے۔ کہ ہم نے تمام زمینی قوتوں کو تمہارے لئے ذلول یعنی مسخر اور منقاد بنا دیا ہے۔ تم جستجو کرو۔ اور اس میں سے تم اپنی روزی حاصل کرو۔ لیکن اس تصور کے ساتھ کہ تم سب کو اسی مالکِ حقیقی کے پاس حاضر ہونا ہے۔ ان تمام آیات سے یہ معلوم ہوا، کہ خالق کائنات نے آغازِ آفرینش سے زمین کو ان تمام منافع اور فوائد کا خزانہ بنا دیا ہے۔ جو اب تک دریافت ہوئے ہیں۔ یا آئندہ دریافت ہوں گے۔ ان فوائد کا موجد اور خالق اللہ ربّ العالمین ہے۔ انسان نہیں۔ صرف ان فوائد کو دریافت کرنا اور ان کو معلوم کرنا انسان کا کام ہے۔ جیسے ایک پڑی ہوئی چیز ایک وقت میں معلوم نہ ہو۔ دوسرے وقت میں اس کا علم ہو جائے۔ موجود کرنے اور معلوم کرنے میں بڑا واضح فرق ہے۔ انسان کسی چیز کو معلوم تو کر سکتا ہے۔ لیکن موجود کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ بلکہ اگر غور کیا جائے۔ تو انسان بحیثیت مجموعی تخلیقِ جوہری سے قطعاً عاجز ہے۔ ساری دنیا کے انسان مل کر بھی ریت کا ایک ذرہ پیدا نہیں کر سکتے۔ انسان صرف خدا کے پیدا کردہ جواہر کی تحلیل و ترکیب کر سکتا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ یعنی جوڑ توڑ جو عرضی اوصاف ہیں وہ کر سکتا ہے۔ لیکن اوصافِ جوہری کی استطاعت نہیں رکھتا۔ جیسے ایک کمرے میں سینکڑوں چیزیں پہلے سے پڑی ہوں۔ اور ایک انسان ان کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر ایک خاص شکل میں لائے یا ایک کو دوسرے سے جدا کر کے اسکی سابق شکل بدل دے۔ پھر ان شکلوں کی ایجاد پر بھی اگر غور کیا جائے۔ تو وہ الہامی اور الٰہی ہیں۔ صرف انسانی فکر و عمل کا نتیجہ نہیں۔ مثلاً ابتداء میں ایک انسان کو یہ خیال آیا۔ کہ اللہ کے پیدا کردہ لوہے۔ لکڑی وغیرہ سے ایک ایسی مشین تیار کی جائے۔ جو بوجھل چیز کو ہوا میں اڑا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائے۔ اب مدتوں وہ ایسی مشین کی شکل اور نقشے سوچتا رہا۔ لیکن انسانی عقل اور قوتِ خیالیہ صرف ان نقشوں کو سوچتی ہے۔ جو عالمِ محسوسات میں ان کے دیکھے بھالے ہوں۔ اور ہوائی جہاز کی مشین کا نقشہ اس نے پہلے کہیں نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے وہ اپنی قوتِ فکریہ کو اس نامعلوم نقشے کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ فکر اور ذہن کو متوجہ کرنا انسان کا کام ہے ــــ لیکن

ہوائی جہاز کے صحیح نقشے کا ذہن میں ڈال دینا یہ خدا کا کام ہے۔ جیسے زمین میں تخم ڈال دینا یا رحم میں نطفہ ڈال دینا انسان کا کام ہے۔ لیکن نباتات اور اولاد کا نقشہ پیدا کرنا شکم زمین یا شکم مادر میں یہ اللہ کا کام ہے۔ اللہ کی عادت جاری ہے۔ کہ جو تخم ڈالنے اور زراعت کی کوشش کرے گا۔ وہ اللہ کے فیضان سے خرمن پائے گا۔ اور جو غافل اور بے توجہ رہیگا، وہ گندم کا ایک دانہ بھی حاصل نہ کر سکے گا۔ اسی طرح جب مغربی اقوام نے فوائد زمین کے استخراج اور مختلف مشینوں کی ایجاد کے لئے کوشش صرف کی، تو خالق فیاض نے ان کی کوشش رائیگاں نہ جانے دی۔ اور انہوں نے فیضانِ الٰہی کے تحت اپنی کوششوں کا ثمرہ پایا۔ مسلمان چونکہ غافل رہے۔ اور انہوں نے کوئی کوشش نہیں کی لہٰذا وہ محروم رہے۔ طبعی قوانین اور ان کے ثمرات و نتائج میں مسلم غیر مسلم کا کوئی فرق نہیں۔ قرآن کا ارشاد ہے: كُلًّا نُّمِدُّ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا۔ ہم مسلم اور غیر مسلم دونوں کو اپنے فیض سے دنیوی کامیابی کی جدوجہد میں امداد دیتے ہیں۔ اور ہمارا یہ فیض کسی پر بند نہیں۔ اس لئے زمینی فوائد کو اس کے خزانہ سے نکالنے میں جدوجہد لازمی ہوئی۔ لیکن زمین کے مادی فوائد خود بخود حاصل نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کے لئے محرک اور عامل کی ضرورت ہے۔ جس قدر بھی غور کیا جائے۔ اسی قدر یہ حقیقت واضح ہوتی ہے۔ کہ قرآن نے جس طرح ہم کو مرکز ترقی کیطرف متوجہ کیا، اسی طرح قرآن نے عامل ترقی کے بارے میں بھی ہماری رہنمائی فرمائی۔

محرک اور عامل ترقی | زمین مادی ترقی کا خزانہ ہے۔ لیکن جب تک عامل اور محرک ترقی کو بروئے کار نہ لایا جائے۔ ہم زمینی فوائد اور مادی ترقی سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکتے۔ ترقی کے عوامل صرف دو ہیں۔ فکر اور عمل۔ یعنی زمینی قوتوں سے استفادہ کرنے کے لئے ہمیں ان تدابیر پر غور کرنا ہوگا۔ جو اس استفادہ میں موثر ہوں۔ پھر ان تدابیر کو عمل میں لانا پڑے گا۔ الفکر قبل العمل۔ فکر عمل سے مقدم ہے پیش کردہ آیتوں میں سے دوسری آیت فکر پر متوجہ کرنے کے لئے ہے۔ قرآن نے ارشاد فرمایا: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۔ دوسری جگہ قرآن نے فرمایا: وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ ان آیات میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی جو فکر اور ذہن کو استعمال کرتے ہیں۔ اور عمل کے لئے تیسری آیت میں فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا۔ جاؤ پھرو زمین کے اطراف میں۔ عمل کی طرف اشارہ ہے۔

ان سب سے بڑھ کر قرآن حکیم نے دین و دنیا کی ترقی کا مدار عمل کو ٹھہرایا ہے۔ اور عمل کے بغیر انسان کو نہ دنیا کی کامیابی نصیب ہو سکتی ہے۔ اور نہ آخرت کی۔ قرآن کا ارشاد ہے: وان

لیس للانسان الا ما سعیٰ وان سعیہ سوف یریٰ ۔ انسان کو صرف وہی ملتا ہے جس کے لئے وہ عمل کرے اور قریب ہے کہ وہ اپنے عمل سعی و جد و جہد کے نتائج کو پائے گا۔ بقول اقبال مرحوم

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی — یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اب ہم مادی ترقی کے اصولی اسباب یعنی فکر و عمل کے بعد ان کی تفصیلی تدابیر بیان کرتے ہیں۔ جن پر شہروں اور دیہات دونوں میں عمل کرنا ضروری ہے۔ ان تدابیر میں سب سے بڑی تدابیر زراعت ہے جس پر پچاسی فیصد باشندگان پاکستان کی معیشت کا مدار ہے۔ بلکہ درحقیقت پاکستان کی پوری آبادی کی زندگی زراعت سے وابستہ ہے۔ اس لئے زراعت کے قدرتی اور مصنوعی وسائل کو کام میں نہ لانا یا ان سے غفلت برتنا پوری قوم کے لئے تباہی کا سبب ہے۔

اسلام میں زراعت کا مقام | زراعتی ترقی کے لئے جد و جہد کرنا منشاء خداوندی کی تکمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین میں انسان کے لئے جو فوائد رکھے ہیں۔ ان فوائد کے استخراج جہاں خداوند قدوس کی حکمت تخلیق کو نمایاں کرتا ہے۔ وہاں دوسری جانب اس کی نعمتوں سے استفادہ بھی کرتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس ترک عمل سے منشاء الٰہی کی خلاف ورزی اور انعامات الٰہیہ کی بیقدری کا اظہار ہوتا ہے۔ جس سے نعمتوں کے سلب ہو جانے کا امکان ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے: وجعلنا لکم فیہا معایش ومن لستم لہ برازقین۔ ہم نے تمہارے لئے زمین میں سامان رزق رکھا ہے۔ اور ان کے لئے بھی سامان رکھا ہے۔ جن کے لئے تم روزی مہیا نہیں کرتے یعنی حیوانات وغیرہ۔ قرآن حکیم ہی میں دوسرے مقام پر ارشاد ہے: افرءیتم ما تحرثون ءانتم تزرعونہ ام نحن الزارعون۔ کیا تم دیکھتے ہو کہ جس تخم کو تم بوتے ہو، تم اسکو اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں؟ پہلی آیت میں انسانی معیشت کی نشاندہی کی گئی کہ وہ زراعت ہے۔ اور دوسری آیت میں زراعت کی ترغیب دی گئی۔ کہ صرف بیج بو دینا تمہارا کام ہے۔ اسے اگانا اور کمال پر پہنچانا میرا کام ہے۔

امام ابوبکر جصاص حنفی نے احکام القرآن ص ۱۶۵ ج ۳ میں تصریح کی ہے۔ کہ قرآن کی آیت: واستعمرکم فیہا یعنی خدا تم سے آبادی طلب کرتا ہے زمین کی۔ دلالت کرتی ہے کہ زراعت واجب ہے۔ بخاری کی حدیث ہے کہ جو آدمی کاشت کرے یا درخت لگائے، تو جو پرندہ یا چرندہ یا انسان اس سے فائدہ اٹھائے۔ یہ تمام چیزیں اس کے فرد حسنات میں صدقات شمار ہونگی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زراعت اور باغبانی کی اس قدر تاکید فرمائی ہے کہ کنز العمال میں حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ اگر قیامت قائم ہونے کو ہو۔ اور تمہارے ہاتھ میں ایک پودا ہو جس کو تم قیامت قائم ہونے سے پیشتر زمین میں لگا سکتے ہو تو اس کو ضرور لگا دو۔ نفحات الانس میں عارف جامی نے ایک مشہور بزرگ اور صوفی شیخ ابو المکارم سمنانیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ زمانہ قدیم کو زراعت کی حکمت و منفعت کے لئے پیدا کیا ہے۔ جو شخص زمین کی زراعت اور آبادی کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس کو اگر اس گناہ کا علم ہو جائے جو زمین کی معطلی کی وجہ سے اس سے سرزد ہوا۔ تو وہ ہرگز زمین کو بیکار نہ چھوڑتا۔ اگر کسی کی زمین سے سالانہ ہزار من غلہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کی بے توجہی اور غفلت کی وجہ سے نو سو من غلہ پیدا ہوا۔ تو قیامت میں اس سے ایک سو من غلہ کم پیدا ہونے کی بازپرس ہوگی (نفحات الانس للجامی مطبوعہ کلکتہ ص ۵۰۵)

اسلام نے زراعت کی ترقی کا جو تصور مسلمانوں کو دیا تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا۔ کہ صحابہ کرام جہاد، فتوحات اور حفاظت دین میں مصروف ہونے کے باوجود ترقی زراعت کے فریضہ کی بجاآوری میں بھی جدوجہد فرماتے تھے۔ مشہور جلیل القدر صحابی فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کے متعلق امیر شکیب ارسلان اپنی کتاب خشیتہ الارتسامات کے صفحہ ۱۱۵ پر لکھتے ہیں کہ عمرو بن عاصؓ صحابی نے وہط نامی ایک زمین جو طائف میں تھی۔ اس قدر انگور لگائے کہ ان کی بیلوں کو چڑھانے کے لئے انہیں دس لاکھ ڈنڈے نصب کرنے پڑے۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حسب روایات احادیث سلمان فارسیؓ کے لئے خرما کے پودے لگائے۔ ان تمام نصوص اور سلف صالحین کے عمل سے زراعت کی انتہائی اہمیت ثابت ہوئی۔ لہٰذا تمام مسلمانوں کا عموماً اور باشندگان دیہات کا خصوصاً یہ فرض ہے کہ وہ بے فائدہ کاموں میں اپنے وقت کو ضائع نہ کریں۔ اور دنیا اور آخرت کی کامیابی اور سربلندی کے لئے زراعت کی ترقی میں اپنی زیادہ توجہ صرف کریں۔ تاکہ ان کو خوشحالی نصیب ہو۔ اور فارغ البالی کے ساتھ اپنے اسلامی فرائض بجا لا سکیں۔ اور اخلاقی انحطاط اور سماجی خرابیوں سے محفوظ رہ سکیں۔ کیونکہ بیکاری اور تنگدستی ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ بلکہ بعض اوقات آدمی اپنے فقر کی وجہ سے نور ایمانی سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ قریب ہے کہ انسان تنگدستی کی وجہ سے ایمان سے محروم ہو جائے۔

تجارت | دوسری تدبیر جس پر مسلمانوں اور خصوصاً دیہات کے مسلمانوں کے لئے عمل پیرا ہونا اسلامی نقطہ نگاہ سے ضروری ہے۔ وہ تجارت ہے۔ یعنی اپنی محنت اور کسی قدر سرمایہ کو وہ اس طرح استعمال کریں۔ کہ آمدنی میں اضافہ ہو تاکہ روز افزوں اخراجات اور عیال کی ضروریات کو

جائز طریقے سے پورا کر سکیں۔

انسانی تاریخ کے آغاز ہی سے تجارت کے پیشے کا وجود بھی ملتا ہے۔ اور اسی کے ذریعے رزق کا دروازہ کھلتا ہے۔ بقول امام غزالیؒ انسان کو نوے فیصد روزی تجارت کی راہ سے ملتی ہے۔ اور باقی دس فیصد دیگر ذرائع سے حاصل ہوتی ہے۔ تجارت اگرچہ خالص دنیوی معاملہ ہے لیکن اسلام میں چونکہ دین اور دنیا کی تفریق نہیں اور روح وجسم کی طرح دین اور دنیا باہم مربوط ہیں۔ جسم کے بغیر روح ناکارہ اور روح کے بغیر جسم بے فائدہ ہے۔ اس لئے اسلام نے جو دین فطرت ہے تجارت کی طرف مسلمانوں کو خاص توجہ دلائی ہے۔ کہ دنیوی عروج اور ترقی میں تجارت کو بڑا دخل ہے۔ یورپ اور امریکہ کی موجودہ ترقی میں بڑی حد تک تجارت کو دخل ہے۔ تجارت ہی کی راہ سے انگریزوں نے برصغیر پاک وہند کی عظیم الشان حکومت حاصل کی۔ اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن نے مسلمانوں کو تجارت کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔ ظاہر ہے کہ اگر مسلمان کے پاس سرمایہ موجود ہو۔ اور وہ اس کو تجارت میں نہ لگائے تو خانگی اخراجات اور ادائیگی زکوٰۃ کی وجہ سے وہ سرمایہ جلد ہی ختم ہو جائیگا۔

حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیم کے سرپرست کو حکم دیا ہے۔ کہ وہ یتیم کے اس سرمایہ کو جسے اس کا باپ چھوڑ گیا ہے، تجارت میں لگا دیں۔ کہیں زکوٰۃ ادا کرتے کرتے وہ مال ختم ہی نہ ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ جو خالص عبادت ہے۔ شریعت مطہرہ کی نگاہ میں اس کے ذریعے مسلمانوں میں روح تجارت کو ابھارنا مقصود ہے۔ گویا قانون زکوٰۃ میں تجارت کی ترغیب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ کہ جب مسلمان کو یہ علم ہوگا۔ کہ اس کو اپنے سرمایہ میں سے سالانہ ڈھائی فیصد حکم خداوندی کی تعمیل میں مستحقین کو تقسیم کرنا ہوگا۔ تو اس کے اندر یہ احساس ضرور پیدا ہوگا۔ کہ سرمایہ تجارت میں نہ لگانے کی صورت میں تقریباً سارے کا سارا سرمایہ ختم ہو جائے گا۔ اس لئے وہ اپنے سرمایہ کو حرکت دیتا رہے گا۔ اور اسے تجارت میں لگائے رکھے گا۔

نماز بھی زکوٰۃ ہی کی طرح خالص عبادت ہے۔ اسلام میں ابتداءً رات کے کسی بھی حصے میں تہجد کی نماز ادا کرنا بھی فرض تھا۔ لیکن کاروبار معاش اور بالخصوص تجارت میں کوتاہی واقع ہو جانے کے خدشے کی بناء پر فریضۂ تہجد کو ساقط کر دیا گیا۔ تاکہ رات کی مسلسل عبادت معاشی اور تجارتی کاروبار میں رکاوٹ نہ بن جائے۔ سورۂ مزمل میں ارشاد خداوندی ہے کہ خدا نے جانا کہ کتنے ہوں گے۔ تم میں بیمار اور کتنے لوگ پھریں گے۔ اللہ کے فضل یعنی روزی کو ڈھونڈنے کے لئے اور کتنے لوگ جہاد کرتے ہوں گے۔ اللہ کی راہ میں۔ لہٰذا رات میں پڑھا کرو جو تم کو آسان ہو۔ علم ان سیکون منکم

مرضیٰ وآخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ وآخرون یقاتلون فی سبیل اللہ فاقرؤا ما تیسر منہ ۔ اس آیت کریمہ سے مسلمانوں کو یہ سبق ملتا ہے ۔ کہ تجارتی کاروبار کو بیماری اور جہاد کی طرح اسقاط نماز تہجد کا سبب ٹھہرایا گیا ۔ دوسرے الفاظ میں تجارت کی ضرورت کو جہاد کا ہم پلہ قرار دیا ۔ اور تجارت پر فضل اللہ کا اطلاق کیا گیا ۔ تاکہ مسلمانوں میں تجارت کی رغبت پیدا ہو ۔ رات کے وقت جیسا کہ سورۃ کے ابتداء میں ہے ۔ اگر ساری رات یا آدھی یا تہائی یا کم وبیش وقت تہجد میں لگ جاتا ۔ تو اس کے عوض دن کے وقت آرام کرنا اور سونا ضروری ہو جاتا ۔ بصورت دیگر دن بھر بیٹھے ہوئے اونگھتے رہتے اور جہاد اور تجارتی کاروبار درہم برہم ہو جاتا ۔ اس لئے نماز تہجد کی فرضیت کو ان امور کے لئے وقت فارغ کرنے کی وجہ سے ساقط کر دیا گیا جس سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں تجارت کا صحیح مقام معلوم ہو جاتا ہے ۔

نماز جمعہ کے بعد مسجد میں بیٹھ کر نوافل ، تلاوت کلام الٰہی یا ذکر خداوندی میں مصروف رہنا کس قدر اہمیت کا حامل ہے ۔ لیکن سورۂ جمعہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ۔ کہ جب تم نماز جمعہ سے فارغ ہو جاؤ ۔ تو زمین میں تلاش معاش اور تجارتی کاروبار کے لئے پھیل جاؤ ۔ اور اللہ کے فضل یعنی روزی کو تلاش کرو ۔ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ ۔

حج کی اہمیت بھی نماز سے کچھ کم نہیں ۔ قرآن حکیم کی سورۂ بقرہ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ۔ کہ دوران حج میں حاجی تجارتی کاروبار بھی کر سکتا ہے ۔ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم ۔

پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ۔ کہ جو آدمی تجارت کرے اور اس میں سچائی اور امانت کا لحاظ رکھے ۔ تو آخرت میں اس کا مقام انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کے ساتھ ہوگا ۔ انبیاء اور صدیقین کی معیت اور رفاقت کو پالینا معمولی بات نہیں ۔ یہ نعمت بڑی بڑی نیکیوں سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی ۔ لیکن تجارت مومن کو اس ارفع مقام پر پہنچا دیتی ہے ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کامیاب تجارت کے دو گر اور اصول بھی بتلائے ۔ ۱ ۔ صداقت ۲ ۔ امانت ۔ ان دونوں اصولوں پر آج تک یورپی اقوام عمل پیرا ہیں ۔ اور اسی لئے ان کی تجارت کامیاب ہے ۔ لیکن ہم نے اپنے گھر کے ان دونوں اصولوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے ۔ اور فریب خیانت اور دھوکہ بازی کو اپنا شعار قرار دے لیا ہے ۔ اسی لئے ہماری تجارت ناکام ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اپنے قول کے ذریعے بلکہ اپنے عمل سے بھی اسی کی تعلیم دی ۔ رسالت سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کی غرض سے خود شام کا سفر اختیار فرمایا ۔ واپسی میں وہاں سے سامان تجارت لا کر منظم

میں فروخت کیا۔ صدق و امانت کی وجہ سے آپؐ کی تجارت نہایت کامیاب رہی۔

انبیاء علیہم السلام کے بعد امت کی افضل ترین شخصیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے۔ خلافت سے پیشتر اور اوائل عہد خلافت میں آپؓ بھی کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے۔ پھر کاروبارِ حکومت کی زیادتی اور صحابہؓ کے اصرار پر بادلِ ناخواستہ آپ کو تجارت چھوڑنا پڑی، تو آپ کے تمام کنبے کے خرچ کے لئے بیت المال میں سے سالانہ تنخواہ اولاً دو ہزار درہم اور آخراً اڑھائی ہزار درہم مقرر کی گئی۔ جو پاکستانی سکہ کے حساب سے بالترتیب پانچ سو اور پانچ سو پچیس روپے سالانہ یعنی تقریباً پچاس روپے ماہوار تھی۔ (باقی آئندہ)

الحق کی ایجنسیاں

لاہور ——— کاشانۂ ادب کچہری روڈ انارکلی۔ ۲۔ شمس الدین بک سیلرز مسلم مسجد چوک انارکلی۔

پشاور ——— افضل نیوز ایجنسی چوک یادگار۔

کراچی ——— محمد علی کتب خانہ بندر روڈ۔

راولپنڈی ——— صوفی بشیر احمد صاحب نیوز ایجنٹ۔

حیدر آباد ——— امان اللہ حزیں، مدرسہ عربیہ مفتاح العلوم گھاس مارکیٹ۔

بنوں ——— ماسٹر جمال الدین صاحب و قاری حضرت گل صاحب۔

سیالکوٹ ——— محمد حنیف صاحب حافظ کلاتھ ہاؤس بازار کلاں۔

ڈیرہ اسماعیل خان۔ حافظ فیض محمد صاحب۔ ایجنٹ خدام الدین و الحق۔

شکارپور ——— حاجی غلام قادر، ڈھک بازار۔

نوشہرہ ——— ۱۔ جمال شفاخانہ۔ ۲۔ مکتبۂ تعلیم الاسلام۔ ۳۔ حمید نیوز ایجنسی جی ٹی ایس اڈہ۔

مانسہرہ ——— ملک امان خان سویٹ ہاؤس۔ شنکیاری روڈ۔

بھکر ——— اعظم بک ڈپو، اردو بازار۔

سبی ——— وزیر محمد صاحب نیوز ایجنٹ شارع مسجد۔

میرپور ——— ادارۂ فروغ عربی سٹلائٹ ٹاؤن۔

لائل پور ——— مکتبۂ افکار اسلامی کچہری بازار۔

خان گڑھ میں۔ محمد عمر صاحب۔ نزد جامع مسجد بھکر والی۔ فقیر والی میں۔ محمد شریف صاحب صابر نیوز ایجنٹ اکوڑہ خٹک میں۔ عبدالغفور خان نیوز ایجنٹ۔